Mairaj
Vol 3, Issue 1
editor.mairaj@gmail.com https://www.mairaj.pk
ISSN Online 2959-2089 ISSN Print 2959-2070

ڈاکٹر صنوبر الطاف
لیکچرار، شعبہ اردو نمل، اسلام آباد

یورپ میں ناول نگاری اور اس کی تنقید کا جائزہ

Dr. Snobar Altaf
Lecturer Department Of Urdu,NUML, Islamabad

A review of the novel and its criticism in Europe

There is an ancient tradition of the novel genre in Europe. If this tradition of the novel is studied in depth, it is known that there have been different trends of the novel genre in every era. The prominent novelists of each trend have been very creative in this genre. Achievements have been made. The prominent trends in novel writing in Europe include moral, romantic, realistic and symbolic novels. In this development of the novel, the critics of the novel have undoubtedly played an important role. In which Henry James, FR Lewis, Caudwell, EM Foster and James Joyce stand out.

Keywords: Novel, Criticism, Realism, Romanticism, Novel Critics

نشاۃ الثانیہ کی تحریک نے شاعری اور اور ڈرامہ کی صنف کو نہایت اہمیت دی۔اس سے پہلے تک ان دونوں اصناف کا کوئی مستقل رواج نہ تھا۔اس فہرست میں سب سے پہلے لیلی اور سڈنی ہیں جنہوں نے شاعرانہ نثر لکھنے کا آغاز کیا۔یہ نثر نگار اپنے مسجع اسلوب کی بنا پر مشہور ہوئے۔لیلی کی نثر میں نظمیہ عناصر نظر آتے ہیں۔وہ نثر کو بھی شاعری کی طرح برتتے ہیں انہوں نے الفاظ ایک ہی حرف سے شروع کرنے کا تجربہ کیا۔سڈنی کی نثر کو محمد حسین آزاد کے ہم پلہ قرار دیا جاتا ہے۔۱۵۸۰ء میں اس نے ایک نہایت حیران کن داستان ''آرکیڈیا'' لکھی۔ان رومانی داستانوں اخلاقی اور سیاسی سبق ملتے ہیں۔اردو داستانوں کی طرح یہاں بھی مزاحیہ قصے بھی ہیں اور مسخرے کردار نظر آتے ہیں۔اردو ادب کے ابتدائی ناول نگار رتن ناتھ سرشار کا ''فسانہ آزاد'' ناول اور داستان کا عبوری دور ہے۔لیلی اور سڈنی کے بعد کئی دوسرے فکشن نگاروں نے ایسی شعری داستانیں لکھی ہیں۔مغرب میں قصے کہانی کی ابتدا کو رومانس، فیری ٹیل یا تمثیل کہا جاتا تھا۔ناقدین اب ان قصوں کی خوبیوں اور خامیوں پر بات کرنے لگے ہیں اور ان قصوں کو حقیقی زندگی کے مسائل سے دور سمجھتے ہیں۔لیکن مافوق الفطرت عناصر کا تعلق فینٹیسی سے ہے جو آج کے دور کی جدید صنف کے طور پر بہت شہرت رکھتی ہے۔

مغرب کے ابتدائی ناول نگاروں میں ڈیفو اور سوئفٹ اہم ہیں۔اسی زمانے میں رچرڈسن کا نام بھی سامنے آتا ہے اور اب اسے انگریزی کا پہلا ناول نگار تسلیم کیا جا چکا ہے۔رچرڈسن کے ناول لکھنے کا آغاز نہایت دلچسپ ہے کیونکہ وہ گاؤں میں خطوط لکھنے کا کام کرتا تھا اور اس کے لکھے محبت نامے بہت مشہور تھے۔ناول لکھنے کے لیے پہلی تکنیک خط کی استعمال کی گئی جب رچرڈسن نے خطوط کا ایک مجموعہ چھاپا۔رچرڈسن کے ناول کا نام PAMELA OR VIRTUE REWARDED ہے۔اس ناول کے منظر عام پر آتے ہی ہنری فیلڈنگ بھی میدان میں اتر آیا۔فیلڈنگ مجسٹریٹ تھا اور اس کے ساتھ شاعر، مضمون اور ڈرامہ نگار بھی تھا۔اس نے 1742ء میں پمیلا کے جواب میں ایک ناول لکھا جس کا نام ''جوزف اینڈریوز'' تھا۔یہ ناول رچرڈسن کے ناول سے بہتر تھا۔رچرڈسن کا دوسرا اہم ناول CLARISSA HARLOWE ہے جسے ناول نگاری کی تاریخ میں اہم گردانا جاتا ہے۔رچرڈسن کو فرانس اور روس کے ناول نگاروں میں بہت زیادہ اہمیت ملی۔وہ اپنے ناولوں میں نفسیاتی عناصر کو خاص اہمیت دیتا ہے۔اس کے ناولوں میں مولوی نذیر احمد کی کردار نگاری کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔لیکن اس کے خطوط کی تکنیک کافی پرانی ہو چکی ہے۔

رچرڈسن کے ان ناولوں کو اگر آج پڑھنے کی کوشش کریں، تو ان کی بیجا طوالت، ان کے بے جا کردار اور ان کی اخلاقی تعلیمات پر متلی آنے لگے گی، لیکن اس زمانے میں جبکہ رؤسا

کے پاس حد سے زیادہ وقت تھا، نفسیات نے اس حد کی ترقی نہ کی تھی۔ علوم عوام کی ملکیت نہ بنے تھے۔[1]

ہنری فیلڈ نگ اہم ناول نگاروں میں سے ایک ہے۔ اس کے ناول شاہکار کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے ذریعے ناول نگاری نے حقیقی اور سماجی مسائل کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس نے عوامی مسائل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔ وہ ناول کی صنف کو COMIC EPIC POEM IN PROST کہتا ہے کیونکہ ناول المیہ اور رزمیہ دونوں کے ملاپ سے وجود میں آتا ہے۔ ناول میں اصلاحی موضوعات، کہانی اور تکنیک رزمیہ داستانوں سے جبکہ طنز و مزاح، ڈائیلاگ اور سماجی مضامین کامیڈی سے لیے گئے ہیں۔ فیلڈ نگ کے ناولوں کا لوکیل بھی نہایت منفرد ہے وہ عام فرد کی گھریلو زندگی اور قصبوں دیہات کی روزمرہ زندگی کی تصویریں بناتا ہے۔ فیلڈ نگ کا شاہکار ناول ٹوم جونز ہے جس کے تمام کردار زندہ اور مکمل ہیں۔

ناول نگاری کا اگلا پڑاؤ رومانوی دور ہے جہاں ایک نمایاں نام سر والٹر سکاٹ کا ہے۔ سکاٹ بنیادی طور پر ایک شاعر تھا لیکن اس نے ناول بھی لکھے۔ اس نے اپنی تصنیف کا نام WAVERLEY رکھا۔ اس کے ناولوں کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ ان کا لوکیل مختلف ممالک ہیں اور وہ اپنے ناولوں میں مختلف سرزمینوں کو موضوع بناتا ہے۔

تمام ناولوں میں اسکاٹ نے انگریزی تاریخ کے مختلف حصص کی زندگی کی مرقع کشی کی ہے۔ یہ کہنا کہ اسکاٹ کے ناول واقعی طور پر تاریخی ہیں یا ان میں تاریخی غلطیاں نہیں ہیں، زیادتی ہوگی لیکن پھر بھی جتنے مرقعے اس نے اپنے ناول کے گزشتہ ایام میں پیش کیے ہیں اور جس حد تک وہ صحیح ہیں اتنے آج تک کسی دوسرے ناول نویس نے نہیں پیش کیے۔[2]

یورپ کے اہم خاتون ناول نگاروں میں جین آسٹن اہم مقام رکھتی ہیں۔ جین آسٹن زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھی اور اس کی زندگی کا تجربہ بھی اس کے گاؤں دیہات سے آگے کا نہیں تھا۔ وہ ادبی روایت سے بھی زیادہ واقفیت نہیں رکھتی تھی لیکن وہ لکھنے کی شوقین تھی۔ گھریلو امور سرانجام دینے کے بعد وہ فرصت کے اوقات میں لکھنے بیٹھ جاتی۔ اس نے خاکے اور کہانیاں لکھیں اور یہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں ایک بڑے ناول کے طور پر سامنے آئیں۔ وہ اپنے دوستوں اور خاندان کے ساتھ ان کا تبادلہ کرتی رہی لیکن پھر 1811ء میں انہیں چھپوانے کا خیال آیا۔ ان ناولوں کو چھپوانے کے بعد وہ سات سال زندہ رہی۔ اس کا شمار دنیا کے عظیم ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔

جین آسٹن کا کمال کردار نگاری میں ہے۔ ہیروئن کے کردار مخصوص طور پر فن کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اس سلسلے میں اس کا ایک مخصوص فن ہے جو عام سرسری طور پر ناول پڑھنے والوں کی نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ ''میں دو انچ کے ہاتھی دانت پر نقشے بناتی ہوں'' اور اس کام میں بڑی محنت کے بعد مخصوص اثر پیدا ہوتا ہے۔ اس کا فن چاول پر ''قل ہو اللہ'' لکھنے کا فن ہے۔ ذرا ذرا سے فقروں اور جملوں، مختصر ڈرامائی حالتوں سے پورے کردار زندہ ہو جاتے ہیں۔[3]

انیسویں صدی رسالوں کے عروج کا دور تھا۔ رسائل میں چھپنے والے اہم ناول نگاروں میں چارلس ڈکنز شامل ہیں۔ ہمارے ہاں شوکت صدیقی کو اردو کا چارلس ڈکنز کہا جاتا ہے۔ ڈکنز نے اپنے ارد گرد پھیلے نچلے طبقے کے کرداروں کو ناول کا کردار بنایا۔ وہ اس طبقے کو ہمدردی سے دیکھتا تھا اور اپنے ناولوں میں اس طبقے کے مسائل کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

ڈکنس کے ناول جیل خانوں، کمسن مزدوروں، گلی کوچہ کے آوارہ لڑکوں، دفتروں، کارخانوں، لندن کی بھیڑ بھاڑ، پولیس فورس، عدالت، ذرائع آمد و رفت، پارلیمانی نظام، الیکشن اور تعلیم غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ محض اپنے دور کا سماجی خاکہ نگار نہیں تھا بلکہ ایک اعلیٰ پایہ فنکار بھی تھا۔[4]

شارلٹ برانٹی اور ایملی برانٹی دونوں بہنیں ناول نگاری کی روایت کا اہم موڑ ثابت ہوئیں۔ ان کے ناولوں میں جذبات نگاری کو فوقیت حاصل ہے۔ ان کے کرداروں میں جذبات نگاری اپنی شدت پر نظر آتی ہے۔ ایملی برانٹی نے صرف ایک ناول لکھا اور وہ اسی کے دم پر بہترین ناول نگار ثابت ہوئیں۔ ودرنگ ہائیٹس ان کا رومانوی و سنسنی خیز ناول ہے۔ لیکن اس دور کا ایک اور اہم ناول نگار ولیم میک پیس تھیکرے بھی ہے جو فیلڈ نگ کو اپنا استاد مانتا تھا۔ وہ کلاسیکیت کا دلدادہ تھا اور کلاسیکی اصولوں کا اجراء چاہتا تھا۔ اس کی تین ناولیں اس کی ہستی اور اس کی واقعیت کو پورے طور پر نمایاں کرتی ہیں۔

یہ ناولیں وینٹی فیئر ''VANITY FAIR''، پینڈنس PENDENNIS، دی نیو کمز THE NEWCOMES ہیں۔ وہ اونچے درمیانے طبقے کا اس طرح نقشہ کھینچتا ہے جیسے ڈکنز نچلے درمیانہ طبقے کا۔ مگر اس کی دنیا بہت محدود ہے۔ اس طبقے کے ایک یا دو گھروں سے وہ باہر نہیں جاتا۔ ایک آدھ سن رسیدہ آدمی، ایک مخصوص آزاد طبع جوان اور دو لڑکیاں جن میں سے ایک نہایت آزاد اور حسین دوسری معمولی اور نیک، ان سے وابستہ ایک اور آدمی اس کی ناولوں کی تمام کائنات ہیں۔[5]

جارج ایلیٹ جدید ناول نگاری کے سفر کا اہم موڑ ہیں۔ انہوں نے ناول نگاری کو فکری و فنی اعتبار سے ترقی دی۔ وہ ایک پادری کی بیٹی تھی لیکن حیران کن طور پر مذہب سے بیزار تھی۔ وہ علم حاصل کرنا چاہتی تھی۔ خاص طور پر ہربرٹ اسپنسر کے نظریہ ارتقا سے متاثر تھی۔ وہ جارج ہنری لیونس کے ساتھ بغیر نکاح کیے رہتی رہی جس کو زیادہ پسند نہ کیا گیا اور وہ تنقید کا نشانہ بنتی رہی۔ اس کے ناولوں میں فلسفے کی گہری چاشنی موجود ہے۔ ٹالسٹائی، دوستوفسکی کے ہاں جارج ایلیٹ کے رجحانات ملتے ہیں۔

جدید ناول نگاری کے دو اہم سرخیل ہربرٹ جورج ویلز اور برنارڈ شا ہیں۔ برنارڈ شا نے ڈرامے کے لیے جو کچھ کیا وہی ویلز نے ناول کے لیے کیا۔ ویلز سماجی ناول کے بنیاد گزاروں میں سے ایک ہے۔ آغاز میں وہ سائنسی و رومانوی ناول لکھتا رہا لیکن بعد میں وہ مقصدی ناولوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے افسانے بھی لکھے۔ وہ نہایت زود نویس تھا۔

گالزوردی ویلز سے بہتر ناول نگار ہے۔اس نے اپنے شاعرانہ انداز میں اخلاقی ناول لکھ کر معاشرے کی برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی۔وہ مختصر افسانے بھی لکھتا رہا۔جدید ناول نگاری کے حوالے سے گالزوردی اہم ناول نگار ہے۔وہ قصے کی بنت اور کردار نگاری پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ناول کی تاریخ نے دوبارہ ایک اہم موڑ لیا۔ہنری جیمس نے ناول کی ہئیت پر زور دیا۔اس کے خیال میں اب تک لکھے گئے ناول اپنی تکنیک وہئیت میں سطحی اور معمولی ہیں۔اس سوچ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نے ایک ناول THE AMBSSADORS لکھا۔اس نے اس ناول کے پلاٹ اور ہئیت پر بہت زیادہ توجہ دی۔۱۹۲۸ء میں ڈیوڈ ہربرٹ لارنس نے ایک ناول لکھا جس کا نام LADYCHATTERLEY'S LOVER ہے۔اس ناول کے جنسی پہلو پر بہت شور مچا لیکن لارنس مشہور ہو گیا۔وہ ۱۹۱۱ء سے ایسے ناول لکھتا چلا آرہا تھا جس میں جنسی نفسیات کو موضوع بنایا گیا تھا۔لارنس نے ہیئت پر کوئی نیا تجربہ نہیں کیا البتہ مواد کے حوالے سے بہت تجربے کیے۔

ہنری جیمس کا خیال ہے کہ فنکار انسانی زندگی سے اپنے فن کا مواد حاصل کرتا ہے اور تاریخ و معاشرہ سے استفادہ کرکے اسے نیا روپ دیتا ہے۔اسکے بقول آرٹ ایک "تخیلی تجربہ" یا" حساس شعور" کی پیداوار ہے۔وہ اس بات کی خصوصیت کے ساتھ تاکید کرتا ہے کہ مصنف کو اپنے تجربوں اور مشاہدوں کی دنیا سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔[6]

جیمس جوائس نے ناول کے حوالے سے اہم تجربے کیے۔پہلے اس نے نظمیں لکھیں،پھر افسانے لکھے اور پھر ایک ناول پورٹریٹ آف دی آرٹسٹ لکھا جو خود نوشت سوانح ہے۔مگر اس کا اہم ناول ULYSSES نے بہت سے ریکارڈ توڑ دیے۔وہ خود کو ناول نگار سے زیادہ زبان کا طالب علم سمجھتا ہے۔وہ ناول کے لیے ایک اپنی ذاتی زبان تخلیق کرنا چاہتا تھا۔اس کے خیال میں زبان پر تجربہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔جو لوگ اس کی تصانیف سے مانوس ہوں انہیں اس کی زبان سمجھ میں آنے لگتی ہے۔جیمس جوائس کی پیروی بہت سے ناول نگاروں نے کی۔جن میں سب سے زیادہ نمایاں ورجینا وولف ہے۔مسز وولف کلاسیکی رجحان کی مالک تھیں۔انہوں نے سات ناول لکھے۔انہوں نے اپنے ناول TO THE LIGHT HOUSE میں شعوری نفسیات کو موضوع بنایا ہے۔سومرسٹ ماہم ایک بہترین قصہ گو اور افسانہ نگار تھا۔اس کے ساتھیوں میں نارمن ڈگلس اور ای۔ایم فارسٹر اہم ناول نگار ہیں۔فارسٹر کا ایک ناول A PASSAGE TO INDIA ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری کا ایک سچا اور غیر جانبدار نقشہ کھینچتا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد انگلستان کے ناول نگاروں میں اینگس ولسن کا نام قابل ذکر ہے۔اس کا پہلا کامیاب ناول ANGLO-SAXON ATTITUDES تھا۔فنی اعتبار سے یہ اس کا بہترین ناول ہے۔اینتھونی پوول نے ۱۹۵۰ء سے پہلے پانچ ناول لکھے۔۱۹۵۱ء سے اس نے بارہ ناولوں کا ایک مربوط سلسلہ لکھا جو مجموعی طور پر A MUSIC TO THE DANCE OF TIME کہلاتا ہے۔اس کے ناولوں کا طرز بیاں اور ڈھانچہ بالکل روایتی ہے۔کنگسلے ایمس کا پہلا ناول ''لکی جم'' تھا۔آئرس مرڈوک آئرلینڈ میں پیدا ہوئی۔مرڈوک کے ناول اس بات کا ثبوت ہیں کہ انگریزی ناول میں جدید رنگ کی جدت طرازی موجود ہے۔اس کے ناولوں میں چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت باریکی سے بیان کیے جاتے ہیں۔اس کے ناول ایک خیالی دنیا کے عکاس ہوتے ہیں۔اس کے ناولوں کی دنیا روزمرہ کی نہیں بلکہ میلوڈرامہ کی ہے۔

ولیم گولڈنگ کی پہلی ناول ''لینڈ آف دی فلائز'' ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی۔یہ ناول امریکا اور انگلستان میں بہت مقبول ہوا۔یہ پہلا ناول ہی گولڈنگ کا سب سے اچھا ناول ہے۔گولڈنگ ناول نگار سے زیادہ حکایت نگار ہے۔وہ اخلاقی کہانیاں لکھتا ہے اور وہ کہانیاں استعاروں سے بھرپور ہوتی ہیں۔سیموئل بیکٹ ناول کے ساتھ ساتھ ڈرامے بھی لکھتا تھا اور شاعر بھی تھا۔بیکٹ کا شمار ان ناول نگاروں میں ہوتا ہے جنہیں انسانیت پرستی کا مخالف کہا گیا ہے۔بیکٹ کے ناولوں کے کردار ذلت اور پستی میں گرے نظر آتے ہیں۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیکٹ کے ناولوں کا موضوع وہ لغویت ہے جو فرانس اور یورپ میں وجودیت کے قائل ادیبوں کا موضوع تھا۔بیکٹ کے علاوہ بھی دوسرے کئی ناول نگاروں جنہوں نے اس موضوع کو آگے بڑھایا ہے۔ان میں ڈیوڈ اسٹوری،جون بربن اور ایلن سیلیٹو کا نام اہم ہے۔خواتین ناول نگاروں میں میوریل اسپارک،مارگریٹ ڈربیل،جین ریز اور باربرا پم اہم ہیں۔ان سب نے عورتوں کے مسائل پر اپنے انداز میں قلم اٹھایا۔خواتین میں سب سے اہم ناول نگار ڈورس لیسنگ ہیں۔لیسنگ نے افسانے اور ناول دونوں لکھے۔اس کے کئی افسانوی مجموعے چھپ چکے ہیں۔انگلستان کے ان ناول نگاروں کی فہرست دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انگلستان میں ناول نگاری کی صنف جاری رہی۔کچھ لوگوں نے نئے تجربات کیے اور کچھ نے روایت کی پاسداری کی۔اس جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اٹھارویں صدی تک مغرب میں ناول کو جانچنے کے کوئی معیار طے نہیں پائے تھے بلکہ ناول نگار اپنی مرضی سے ناول میں تبدیلیاں لا رہے تھے۔

دنیا کے تمام ادب کی طرح مغرب میں بھی تنقید شاعری سے ہی شروع ہوئی اور انیسویں صدی کے آخر تک شاعری پر ہی تنقید ہوتی رہی۔ناول پر ایک بے ضابطہ تنقید کا آغاز سولہویں صدی میں ہی ہو گیا تھا۔فیلڈنگ نے صرف ناول کی بنیاد ہی نہیں رکھی بلکہ اپنے ناول "جوزف اینڈریوز" کے مقدمے سے اس نے ناول کی تنقید کا آغاز کیا۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے مشہور ناول "ٹوم جونس" کے اٹھارہ حصوں پر اس کے دیباچے تنقید کا آغاز ثابت ہو سکتے ہیں۔فیلڈنگ نے ان دیباچوں میں ناول کو عام زندگی کی نمائندہ صنف قرار دیا۔اس کے بعد

ناول کا تقابل تاریخ، کامیڈی اور ایپک سے کیا جانے لگا۔ فیلڈ نگ کے بعد والٹر بیسینٹ، رابرٹ لوئی، اسٹیونس اور ہنری جیمس نے اپنے مضامین کے ذریعے سے اسے ایک الگ صنف قرار دیا اور اس کے اصول وضع کیے۔

انیسویں صدی کے آخر میں ہی انگریزی ناولوں میں حقیقت نگاری سے کام لیے جانے لگا۔ سیرت نگاری، مکالمہ اور اعمال سب حقیقی ہو گئے۔ لیکن ابھی تک ناول کے اسلوب و انداز میں مکمل آزادی کا رواج نہ تھا۔ معاشرہ اور تہذیب و اقدار کی پاسداری ضروری تھی لیکن جوں جوں سائنسی علوم میں ترقی ہوئی، ناول ان سماجی پابندیوں سے بھی آزاد ہو گیا۔ اس کے نتیجہ میں ناول کے موضوعات اور تکنیک میں بھی ترقی ہوئی۔ اور ناول نگاروں نے قریباً تمام موضوعات کو ناول کا حصہ بنایا۔ حقیقت نگاری کی دلیل مغربی ناقدین یوں دیتے ہیں کہ داستان کے جن پری کے قصوں سے ہم علمی و معلوماتی سطح پر کچھ نہیں سیکھ سکتے اس لیے ناول میں بھی ہمیں وہ موضوعات چاہییں جو ہمیں علمی طور پر بہتر بنا سکیں۔ انگلینڈ سے پہلے امریکہ نے ایسی حقیقت نگاری کی حوصلہ افزائی کی۔ برٹ ہارٹ اور مارک ٹوین نے اس کا آغاز کیا اور ان کے پیچھے ناول نگاروں کی ایک کھیپ چل پڑی۔ ہنری جیمس ان میں سے ایک تھا لیکن اس کی انفرادیت یہ ہے کہ نہ صرف ناول میں بلکہ تنقید میں بھی اس نے انگریزی ادب کو بے پناہ متاثر کیا۔ اس نے نہ صرف ناول لکھے بلکہ ناول پر اہم ترین مضامین بھی لکھے۔ ہنری جیمس نے ناول پر دو طرح کے اثرات ڈالے۔ ایک اس کے پلاٹ کے روایتی انداز کو ختم کیا اور دوسرا تحت الشعور کو ناول میں شامل کیا۔ جیمس جوائس اور ڈی ایچ لارنس نے ہنری کی پیروی کی۔ جیمس جوائس کا ناول یولیسس کافی مقبول ہوا۔ جوائس کے اس ناول کو کافی تنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کچھ نقاد اسے بہترین حقیقت نگاری کہتے تھے اور کچھ زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ جوائس کے اس ناول نے تحلیل نفسی، شعور کی رو اور دوسری نفسیاتی اصطلاحوں کو ناول میں متعارف کروایا۔

ہنری جیمس نہ صرف ایک اہم امریکی ناول نگار ہے بلکہ اس کا مضمون "آرٹ آف فکشن" ناول نگاری کی تنقید میں اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مضمون 1884 میں لکھا گیا۔ ہنری جیمس نے جدید ناول کے لیے کچھ اہم اور نئے اصول مرتب کیے۔ وہ پہلا ناول نگار ہے جس نے جدید ناول کے حوالے سے اہم مباحث کو موضوع بنایا۔ بحیثیت نقاد اس نے ناول کے لیے تین باتوں کو سب سے اہم سمجھا۔ ایک یہ کہ ناول میں گہری انسانی ہمدردی موجود ہو، دوسرا زندگی سے قریب ہو، تیسرا یہ کہ ناول نگار اس مواد پر اپنی کہانی کی تعمیر کرے جو اس کا ذاتی تجربہ ہو۔ کیونکہ اسی سے ناول میں ایک گہرا تاثر پیدا کیا جا سکتا ہے۔ وہ ناول کو زندگی کا مکمل نقشہ سمجھتا ہے۔ اسی لیے ترگنیف، جارج ایلیٹ اور ہوتھورن کو بہترین فنکار مانتا ہے۔ کرداری ناول کو وہ ناول کے فن سے باہر کی شے سمجھتا ہے۔ اس نے فارم کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ ٹالسٹائی اور دوستووسکی کے ناول فارم کی کمی کا شکار ہیں۔ مادام بواری کا فارم اسے دلچسپ محسوس ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

ناول کی وسیع ترین تعریف یہی ہے کہ وہ زندگی کا ذاتی اور براہ راست تاثر پیش کرتا ہے، یہی بات اس کی قدر و قیمت مقرر کرتی ہے۔ اگر یہ تاثر پوری شدت کے ساتھ بیان ہو گیا تو ناول کامیاب ہے اور اگر کمزور رہا تو اسی اعتبار سے ناول کمزور و ناکامیاب رہے گا۔[7]

اس کے خیال میں ناول لکھنے کے لیے سب سے ضروری شے حقیقت کا شعور ہونا ہے۔ اس خوبی کے سامنے باقی تمام خوبیاں بے اثر ہیں۔ اس کے نزدیک ناول دو ہی اقسام کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ حقیقی زندگی سے بھرپور ہیں اور دوسرے وہ جو زندگی سے عاری ہیں۔ ناول کے حوالے سے دوسرا اہم نقاد ڈی ایچ لارنس ہے۔ لارنس نے ۱۹۱۳ء میں تنقید لکھنے کا آغاز کیا۔ وہ ناول نگار کے حوالے سے کہتا ہے:

کسی بھی اولیاء سے، کسی بھی سائنس دان سے بالاتر، کسی بھی فلسفی سے اور کسی بھی شاعر سے بالاتر سمجھتا ہوں۔ یہ سب زندہ انسان کے مختلف اجزا کے عظیم ماہر ہیں مگر ان اجزا کی سالم صورت کا ادراک نہیں رکھتے۔[8]

وہ ناول میں مقصدیت کے سخت خلاف ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر ناول نگار اپنے مقصد کے لیے فن کا گلا گھونٹتا ہے اور اسے نقصان پہنچاتا ہے تو وہ مکمل فنکار نہیں ہو سکتا۔ وہ لکھتا ہے۔ "ناول میں اخلاق، توازن کی لرزتی ہوئی ناگمی کا نام ہے۔ جب ناول نگار ترازو کے ایک پلڑے کو انگوٹھے سے دبا دیتا ہے تاکہ توازن کو اپنے ترجیحی میلان کی جانب جھکا دے تو یہ حرکت خلاف اخلاق ہو گی۔"[9]

مغربی فکشن کی تنقید کا اگلا مرحلہ وہ ہے جس میں تنقید سائنس اور جدید علوم کی سرحد میں داخل ہوتی ہے۔ ان سائنسی نقادوں میں برگساں، کروچے، فرائڈ، آئی اے رچرڈ، ٹی ایس ایلیٹ، ایف آر لیوس، کرسٹوفر کاڈویل وغیرہ سامنے آتے ہیں۔ ایف آر لیوس اور کاڈویل فکشن کے نمایاں نقاد ہیں۔ کرسٹوفر کاڈویل مارکسی نقاد ہے اور اسی پہلو سے ناول کا جائزہ لیتا ہے۔ اس کی کتاب "الوژن اور ریئلیٹی" میں اس نے زیادہ شاعری کو ہی موضوع بنایا ہے لیکن اس تنقید سے اس کے تصور فکشن پر بھی روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ اس حوالے سے ای ایم فاسٹر کی کتاب Aspects of the Novel بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب ای ایم فاسٹر کے لیکچر پر مبنی ہے اور ناول کی صنف، تکنیک اور اقسام کا ایک مکمل تعارف پیش کرتی ہے۔

ناول کی تنقید کا سب سے اہم عنصر حقیقت نگاری رہا ہے۔ابتدا کے تمام ناقدین نے ناول میں حقیقت کی عکاسی کو بہت اہمیت دی ہے۔اس کے بعد دوسرا مرحلہ نفسیاتی عناصر کا آتا ہے یعنی ناول میں تحلیل نفسی کا استعمال کیا جائے۔ناول کے کرداروں کا نفسیاتی جائزہ لیا جائے اور پھر اس کا اظہار کیا جائے،مغرب کے تمام ناول نگاروں نے نفسیاتی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔نفسیاتی اصطلاح میں شعور کی رو کا استعمال بہت زیادہ کیا گیا ہے۔ورجینا وولف اور ہنری جیمس کے ناولوں میں شعور کی رو کا استعمال دیکھا جا سکتا ہے۔جیمس جوائس اور دوسرے تخلیق کاروں نے یہ تصور پیش کیا کہ حقیقی انسان کی نمائندگی تب ہی کی جاسکتی ہے جب اس کا باطنی و داخلی جائزہ لیا جائے۔انسان کی شعوری سوچ پر مذہب،معاشرے اور تہذیب واقدار کا پہرہ ہوتا ہے۔اگر ہم نے حقیقی انسان کا اصل چہرہ دیکھنا ہے تو اس کے شعور سے آگے جا کر دیکھنا ہوگا۔اس تصور نے ادب اور تنقید دونوں کو بے پناہ متاثر کیا۔لیکن شعور کی رو اور نفسیاتی تجربات چند ناول نگاروں تک ہی محدود رہے۔اور ان کی حیثیت ایک تجربے سے زیادہ نہ ہو سکی۔

فکشن کی تنقید میں جن رجحانات نے اہم کردار ادا کیا وہ عمرانی اور مارکسی رجحان تھے۔عمرانی تنقید کا آغاز اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ہارڈر،سینٹ بیو اور ادالف ٹین نے کیا۔ہارڈر ادب کے تاریخی عوامل اور اثرات کو اہمیت دیتا تھا۔سینٹ بیو ادب کی تفہیم میں فنکاروں کی ذاتی زندگی کا جائزہ لیتا تھا۔وہ ادب میں نسل،ماحول اور زمانے کو اہم عنصر سمجھتا تھا۔کارل مارکس اور اینگلز کے نظریات نے بھی ادب پر اثرات ڈالے۔انقلاب روس کے بعد مارکس اور لینن کے خیالات پھیلائے جانے لگے۔ادب نے بھی ان اثرات کو قبول کیا۔کرسٹوفر کاڈویل،رالف فاکس اور جارج لوکاچ نے اپنی تنقید میں ان نظریات کو برتنے کی کوشش کی۔رالف فاکس کی کتاب ناول اینڈ دا پیپل نے کافی شہرت حاصل کی۔اس نے ناول کے سماجی سرچشموں کا جائزہ لیا۔وہ لکھتا ہے:

اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ناول نہ صرف بورژوا ادب کی سب سے نمایاں تخلیق ہے بلکہ سب سے عظیم تخلیق بھی ہے تو کچھ نامناسب نہ ہوگا۔یہ فن کی ایک نئی ہیئت ہے۔ناول نے بھی انسانی شعور کو وسعت اور گہرائی عطا کرنے کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔[10]

جارج لوکاچ نے فرانس اور روس کے ناول نگاروں کے بارے میں مضامین لکھے۔ان کی ایک کتاب تاریخی ناول کے فن پر مبنی ہے۔عمرانی تنقید نے مارکسی تنقید کے زیر اثر کچھ نئے پہلو دریافت کیے۔اب ناول کا تجزیہ طبقاتی فرق کی بنیاد پر کیا جانے لگا۔ناول نگار طبقات اور ان کی کشمکش کو کس انداز سے دیکھتا ہے اور اس کی ہمدردی کس طرف ہے۔سرمایہ دار کے ساتھ یا انقلابی محکوم طاقتوں کے ساتھ۔

انیسویں صدی کے آخر میں فرانس میں علامت نگاری کی تحریک کا آغاز ہوا۔علامت نگاری کا تعلق براہ راست حقیقت نگاری سے نہیں ہے۔مغرب میں اس کا اطلاق شاعری پر زیادہ ہوا لیکن کچھ ناول نگاروں نے بھی علامت کے ساتھ ناول پر تجربات کیے۔ان میں مارسل پروست،سارتر،کافکا اور کامیو شامل ہیں۔ان ناول نگاروں نے حقیقی زندگی سے ماورا ایک اور زندگی کی تشکیل کی۔ایسے کردار،اشیاء اور علامت کا استعمال کیا جو حقیقی زندگی سے قریب نہیں تھے۔علامت نگاروں کا خیال ہے کہ زندگی اتنی پر پیچ ہے کہ جب تک علامت کا استعمال نہ کیا جائے ہم اسے پوری طرح سے سمجھ ہی نہیں سکتے۔انہوں نے ناول میں قدیم داستان اور اساطیر کا انداز اپنایا۔نئی تنقید نے کرداروں کے آرکی ٹائپل مطالعہ پر بھی بہت زور دیا۔مغرب میں ناول کی تنقید کے رجحانات بہت واضح ہیں۔جیسے جیسے سماج ترقی کرتا گیا نہ صرف ناول کے موضوعات بدلتے گئے بلکہ تنقید میں بھی تبدیلیاں آتی گئیں۔مغرب میں ناول کی شہرت مشرق سے زیادہ ہے اور وہاں ناول کا قاری بھی زیادہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں ناول کے موضوعات کے رجحان میں بھی تیزی سے تبدیلی آتی ہے اور صنف کی بدولت تنقید بھی بدلتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ علی عباس حسینی، انگریزی زبان میں ناول نگاری کی ابتدا، (مضمون) مشمولہ: ناول کا نیا جنم، مرتبہ خرم سہیل، رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی، 2017ء، ص135

2۔ ایضاً، ص141

3۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، تاریخ ادب انگریزی، ص421

4۔ محمد یسین، ڈاکٹر، ناول کا فن اور نظریہ، دارالنور، لاہور، 2013ء، ص162

5۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، تاریخ ادب انگریزی، ص495

6۔ محمد یسین، ڈاکٹر، ناول کا فن اور نظریہ، ص58

7۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، ص387-388

8۔ مظفر علی سید (مترجم)، فکشن، فن اور فلسفہ، از ڈی ایچ لارنس، مکتبہ اسلوب، کراچی، 1986ء، ص36

9۔ ایضاً، ص43

10۔ رالف فاکس، ناول اور حقیقت نگاری، بحوالہ ارتضیٰ کریم، مغرب میں فکشن کی تنقید (مضمون)، مشمولہ: روشنائی، شمارہ 17،16، جنوری تا جون 2004ء، ص42